

# بے مثال بشر

تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم



حضرت علامہ مفتی غلام دستگیر قادری حفظہ اللہ

[www.gulfishanmasjid.org](http://www.gulfishanmasjid.org)

تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

# بے مثال بشر

مؤلف

غلام دستگیر قادری صاحب

پیشکش:

I.T Team گلفشان مسجد

[www.gulfishanmasjid.net](http://www.gulfishanmasjid.net)

[www.gulfishanmasjid.org](http://www.gulfishanmasjid.org)

[www.gulfishanmasjid.com](http://www.gulfishanmasjid.com)



## عرضِ مؤلف

سب سے پہلے جو نبی کی توہین و تنقیص کرنے والا گروہ پیدا ہوا وہ شیطانی گروہ تھا اسی نے اللہ کے نبی علیہ السلام کو اپنے سے کم تر سمجھا اور رب کائنات کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے اللہ کے نبی کی توہین کی، اور مزید گمراہی کہ! آگے سے دلائل دینے لگا اور کہا کہ اے اللہ! عزوجل تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے تو آگ، مٹی کے سامنے کیسے جھک سکتی ہے۔ اور اس طرح اس نے اپنی دینا و آخرت کو تباہ و برباد کر ڈالا۔

آج کل بھی بعض لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو معاذ اللہ، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا یا اپنے بڑے بھائی کی طرح کہتے ہوئے نظر آتے ہیں اور دلیل میں قرآن پاک کی آیت مبارکہ **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** پیش کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ناپاک جسارت کرتے ہیں، سگ مدینہ نے اس کتاب میں، آسان اور عام فہم انداز میں، ان کی اس دلیل کا قرآن و حدیث کی روشنی میں شرعی و عقلی طور پر رد لکھا ہے، کہ جس سے پڑھنے والے پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم شرعاً اور عقلاً ہم جیسے نہیں ہیں اور **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** سے کیا مراد ہے؟

خالق کائنات عزوجل کی بارگاہ بے کس پناہ میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت راقم کی اس ادنیٰ سعی کو قبول فرمائے اور میری اور میرے والدین کریمین کیلئے بالخصوص اور جملہ مؤمنین کے لئے بالعموم مغفرت سیئات اور بلندی درجات کا سبب بنائے۔

آمین، آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مؤلف

غلام دستگیر قادری



مدینہ

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

## بے مثال بشر

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور مختلف اوصاف و کمالات سے مزین فرمایا اور بشریت کا لبادہ اڑا کر اس دارِ فانی میں مبعوث فرمایا چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

تم فرماؤ (کہ) ظاہر صورت بشری میں، تو میں تم جیسا ہوں، مجھے وحی آتی ہے تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

اس آیت مبارکہ سے بعض حضرات یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری طرح ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ دیکھو حضور خود فرما رہے ہیں میں تمہاری مثل ہوں تو لہذا حضور ہماری طرح ہیں اِنْشَاءَ اللہ ﷻ ہم اس کے چار طریقے سے جوابات دیں گے۔

﴿1﴾ پہلی تو یہ کہ اس آیت مبارکہ سے کیا مراد ہے؟

﴿2﴾ دوسرا یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشر وغیرہ کے عام خطابات سے پکارنا شرعاً جائز ہے یا

حرام؟



﴿3﴾ تیسرا یہ کہ آیا شرعاً اور عقلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واقعی ہم جیسے بشر ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر

آیت مبارکہ میں مِثْلُکُمْ سے کیا مراد ہے؟

﴿4﴾ چوتھے یہ کہ یُوْحٰی اِلَیّ نے کیا فائدہ دیا؟

جواب نمبر 1:

تمام مومن و کافر جانتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گروہ انسانی میں جلوہ گر ہوئے۔

کافر کا عقیدہ:

کفار تو کہا کرتے تھے کہ ”مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا“ ترجمہ (نہیں ہو تم مگر ہم جیسے بشر) (یعنی تم ہماری طرح بشر ہو)۔

مسلمان کا عقیدہ:

اور مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں۔

نبی کی تعریف:

نبی وہ انسان ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام شرعیہ کی تبلیغ فرمانے کیلئے بھیجے گئے ہوں۔

غرض یہ کہ تمام دنیا اس مسئلہ کو جانتی اور مانتی ہے پھر اس قدر کھلی ہوئی جانی ہوئی اور مانی ہوئی بات کو جو قرآن کریم نے اس قدر اہتمام سے بیان فرمایا ”قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ اس سے کیا مراد ہے؟

وجہ یہ ہے کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صرف دو معجزے دیکھے یعنی بغیر باپ



کے پیدا ہونا اور مردوں کو زندہ کرنا، بیماروں کو شفا بخشنا، ان دو معجزوں کو دیکھ کر عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابْنُ اللّٰہ یعنی اللہ کا بیٹا کہہ دیا۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کے سو سال کے زندہ ہونے کو دیکھ کر ان کو خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ چنانچہ ان کا واقعہ (جو کہ قرآن پاک میں) اس طرح ہے:

عزیر علیہ السلام سو سال بعد زندہ:

حضرت عزیر علیہ السلام ایک بستی کے پاس سے گزرے (بستی سے مراد بیت المقدس ہے جس میں بادشاہ بخت نصر نے بنی اسرائیل کو تباہ و برباد کر ڈالا تھا) آپ کے پاس ایک برتن میں کھجور اور ایک پیالہ انگور کا رس تھا، اور آپ ایک دراز گوش (یعنی گدھے) پر سوار تھے پھر آپ تمام بستی میں گھومے پھرے لیکن کسی شخص کو نہ پایا، بستی کی عمارتیں منہدم (یعنی گری ہوئی) تھیں، تو آپ علیہ السلام نے براہِ تعجب فرمایا ”اَنِّیْ یُحِیْیْ ہٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِہَا“ (ترجمہ) کہ اللہ تعالیٰ کیونکر جلّائے گا (یعنی زندہ کرے گا) اس کی موت کے بعد۔

پھر آپ نے اپنی سواری کو باندھا اور آرام فرمانے لیٹ گئے، اسی حالت میں آپ علیہ السلام کی روح قبض کر لی گئی اور گدھا بھی مر گیا۔ یہ واقعہ صبح کے وقت ہوا۔ اس کے 70 سال بعد اللہ تعالیٰ نے شایان فارس میں ایک بادشاہ کو مسلط کیا اور وہی اپنی فوجیں لیکر بیت المقدس پہنچا اور اس کو پہلے سے بھی بہتر طریقے پر آباد کیا اور بنی اسرائیل میں سے جو لوگ باقی رہ گئے تھے، اللہ تعالیٰ انہیں پھر لایا اور وہ لوگ بیت المقدس اور اس کے گرد و نواح میں آباد ہو گئے اور ان کی تعداد بڑھتی رہی۔ اس تمام عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا اور کوئی بھی آپ کو نہ دیکھ سکا، جب آپ کی وفات شریف کو سو سال گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ فرمایا ”یہ واقعہ شام کے وقت غروبِ آفتاب کے قریب ہوا، چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ سے پوچھا:



قَالَ كَمْ لَبِثْتُ ترجمہ: تو یہاں کتنا ٹھہرا (آپ نے عرض کی)

قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ

ترجمہ: عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں گایا کچھ کم

آپ کا خیال یہ ہوا کہ یہ اسی دن کی شام ہے کہ جس کی صبح میں سویا تھا۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ ترجمہ: فرمایا نہیں، تجھے سو برس گزر گئے۔

بلکہ آپ سو سال ٹھہرے ہو اپنے کھانے اور رس کی طرف نظر کیجئے کہ ویسا ہی ہے کہ اس میں بو تک نہیں آتی ہے، گدھے کی طرف دیکھئے جب آپ نے گدھے کی طرف دیکھا تو وہ مرچکا تھا اور گل کر اس کے اعضاء بکھر گئے تھے، ہڈیاں سفید چمک رہی تھیں، پھر آپ کی نگاہ کے سامنے اعضاء جمع ہوئے اور اپنے مقام پر آئے، ہڈیوں میں گوشت چڑھا گوشت پر کھال آئی، بال نکلے پھر اس میں روح پھونکی اٹھ کھڑا ہوا اور آواز کرنے لگا، آپ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کیا اور فرمایا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہو کر اپنے محلہ میں تشریف لائے، سر اقدس اور ریش مبارک کے بال سفید تھے، عمرو ہی چالیس سال کی تھی کوئی آپ کو نہ پہچانتا تھا، اندازے سے اپنے مکان پر پہنچے ایک صعیف بڑھیا ملی کہ جو پاؤں سے معذور ہو گئی تھی اور نابینا بھی ہو چکی تھی وہ آپ کے گھر کی لونڈی تھی اور اس کے آپ کو دیکھ رکھا تھا، آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ یہ عزیر کا مکان ہے، اس نے کہا ہاں عزیر کو گم ہوئے سو سال بیت چکے ہیں یہ کہہ کر خوب روئی، آپ نے فرمایا میں عزیر ہوں، اس نے کہا سبحان اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے سو برس مردہ رکھا پھر زندہ کیا! وہ کہنے لگی کہ عزیر تو مستجاب الدعوات تھے جو دعا کرتے قبول ہوتی، آپ دعا کریں اللہ مجھے



بینائی عطا فرمائے تاکہ میں آپ کو دیکھ سکوں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رب کی بارگاہ میں دعا فرمائی وہ بینا ہو گئی آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ”اُٹھ خدا کے حکم سے“ یہ فرماتے ہی اس کے معذور پاؤں درست ہو گئے اس نے آپ کو دیکھ کر پہچانا اور کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ عزیر ہیں۔ (جمل)

### یہودیوں کا عقیدہ:

جب یہودیوں نے آپ کو پہچان کر یہ معجزات سنے تو آپ کو معاذ اللہ عزوجل اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہہ دیا۔ مشرکین نے فرشتوں کو خدا کی لڑکیاں مان لیا کسی نے جنات اور رب العالمین میں رشتہ جوڑ دیا غرض یہ کہ ان بے وقوفوں نے معجزات یا طاقت و قوت کو دیکھ کر ان حضرات کی شان میں اِفْرَاط (یعنی زیادتیاں) کیں اور بعض احمقوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے جیسا کہہ کر ان کی شان میں تَفْرِیط (یعنی کمی) کی۔

اور دین اسلام کا منشا یہ ہے کہ مسلمان اس افراط و تفریط سے محفوظ رہیں۔ ان قوتوں نے تو چند معجزات دیکھ کر انبیاء کرام علیہم السلام کو خدا کا بیٹا وغیرہ کہہ دیا، مگر تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر کئی معجزات دیکھے۔ مثلاً

### چاند دو ٹکڑے ہو گیا:

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے اس بات کی درخواست کی کہ آپ ان کو کوئی نبوت کی نشانی دکھائیں۔ چنانچہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دو مرتبہ چاند کا شق ہونا (دو ٹکڑے ہونا) دکھلایا۔ (بخاری و مسلم)



## ڈوباسورج پلٹ آیا:

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مقام صہبا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ کا سر مبارک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آغوش میں تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ عصر نہیں پڑھی تھی، یہاں تک کہ غروبِ آفتاب ہو گیا، جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی، کہ اے اللہ علی تیری اور تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت میں تھے تو ان کے لئے آفتاب کو واپس فرما دے۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آفتاب غروب ہو چکا تھا، پھر طلوع ہو کر پہاڑوں اور زمین پر ٹھہر گیا، چنانچہ علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کیا اور نمازِ عصر ادا فرمائی اور پھر سورج غروب ہو گیا۔ (خصائص الکبریٰ)

## حکم سے بادل بر سے:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں مدینہ والوں کو قحط سالی نے آلیا، اسی دوران ایک مرتبہ آپ جمعہ کے روز خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھوڑے اور بکریاں ہلاک ہونے لگی ہیں آپ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائیں کہ ہم پر آسمان سے بارش نازل فرمائے، آپ نے ہاتھوں کو بلند کر دیا اور دعا کی۔ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں پورا آسمان شیشے کی طرح صاف پڑا تھا کہ اچانک ہوا چلی اور بادل رونما ہوئے پھر وہ جمع ہو گئے اور پھر



آسمان نے اپنا منہ کھول دیا اور زبردست بارش ہونے لگی، جب ہم باہر نکلے تو پانی میں چل رہے تھے حتیٰ کہ اپنے گھروں میں پہنچے۔ دوسرے جمعے تک بارش ہوتی رہی، پھر وہی شخص (یا کوئی اور شخص) کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکانات گرنے لگے ہیں آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ بارش روک دے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرا پڑے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کی اے اللہ بارش ہمارے ارد گرد برسا ہم پر نہ برسا۔ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے دیکھا کہ بادل مدینے شریف کے ارد گرد پھیل گئے گویا کہ مدینہ منورہ تاج بنا ہوا تھا۔

(بخاری شریف)

فقط اشارے میں سب کی نجات ہو کے رہی  
تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی  
کہا جو شب کو دن ہے تو دن نکل آیا  
جو دن کو کہہ دیا شب ہے تو رات ہو کے رہی

کنکریوں کا کلمہ پڑھنا:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور موت کے چند باشندے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کے رسول ہونے کی دلیل طلب کی تو آپ نے کنکریوں کو زمین سے اٹھا کر فرمایا کہ دیکھو یہ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کنکریوں نے کلمہ پڑھا، یہ سنتے ہی انہوں نے بھی کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ (دلائل النبوة)



## انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگ پیا سے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے چھاگل تھی کہ جس سے آپ وضو فرما رہے تھے۔ جب آپ وضو کر چکے تو لوگ گھبرائے ہوئے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے عرض کی ہمارے پاس پانی نہیں ہے کہ جس سے وضو کر سکیں اور نہ پینے کیلئے پانی ہے کہ جس سے پیاس بجھا سکیں صرف وہی پانی ہے جو آپ کے سامنے ہے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھاگل پر اپنا دست اقدس رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں سے پانی چشموں کے پانی کی طرح جوش مارنے لگا ہم سب نے خوب پیا اور وضو بھی کیا، راوی فرماتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تم کتنے لوگ تھے؟ تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر ہم اس وقت ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہمیں وہ پانی کافی ہوتا مگر ہم صرف پندرہ سو تھے۔ (بخاری و مشکوٰۃ)

## جدائی میں لکڑیوں کا رونا:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو کھجور کے ایک تنے سے تیک لگاتے تھے جو مسجد کے ستونوں میں سے تھا پھر جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے منبر بنا دیا گیا تو آپ اس پر جلوہ گر ہوئے، تو جس تنے کے ساتھ آپ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی میں رو پڑا اور اتنی زور سے رویا کہ قریب تھا کہ مرجائے غمخوار آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر شریف سے نیچے اتر کر اسے پکڑا اور اپنے سینے سے لگا لیا تو وہ اس بچے کی طرح سسکیاں بھرنے لگا جسے چپ کرایا جائے حتیٰ کہ وہ قرار پکڑ گیا (یعنی خاموش ہو گیا) (مشکوٰۃ شریف)



## دو درختوں کا آپس میں جڑنا:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پھر ہم کشادہ وادی میں پہنچے، رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کیلئے گئے، میں چمڑے کے ایک تھیلے میں پانی لیکر آپ کے پیچھے گیا، رسول اکرم ﷺ نے دیکھا تو آپ کو آڑ کیلئے کوئی چیز نظر نہ آئی۔ وادی کے کنارے پر دو درخت تھے نبی کریم ﷺ ان میں سے ایک کے پاس تشریف لے گئے، آپ نے اس کی چند شاخوں میں سے ایک شاخ کو پکڑا اور فرمایا کہ اللہ کے حکم سے میری اطاعت کرو وہ درخت اس اونٹ کی طرح آپ کا فرمانبردار ہو گیا کہ جس میں تکمیل ہو اور وہ اپنے ہانکنے والے کے تابع ہو جائے، پھر آپ دوسرے درخت کی طرف تشریف لائے اور اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ کو پکڑ کر فرمایا کہ اللہ کے حکم سے میری اطاعت کر، وہ بھی پہلے درخت کی طرح آپ کے تابع ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دونوں درختوں کے درمیان پہنچے تو آپ نے ان کو حکم فرمایا کہ تم دونوں جڑ جاؤ وہ درخت جڑ گئے (اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام قضائے حاجت سے فارغ ہوئے) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ آپ ان درختوں سے باہر تشریف لا رہے تھے اور ان درختوں میں سے ہر ایک اپنے اپنے تئیں پر کھڑا ہو رہا تھا۔ (مسلم شریف)

پہلے کی قوموں نے چند معجزات دیکھے تو انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ کا بیٹا کہہ دیا۔ مگر بانیء اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر کئی معجزات دیکھے (جیسا کہ آپ نے پیچھے ملاحظہ فرمایا) کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اشارے سے ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا۔ حکم سے بادل آکر برستے اور پھر اشارہ پا کر پھٹ گئے، آپ کے حکم سے دو درخت جو دور دور تھے آپس میں جڑ گئے۔ کنکریوں نے کلمہ پڑھا، فراق رسول میں ستون رویا، انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے، غرض یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم



سے بے شمار معجزات کا ظہور ہوا، تو خدشہ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی لوگ خدایا خدا کا بیٹا نہ کہنے لگیں اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ہر ایک ادا سے بندگی کو ظاہر فرمایا اور کلمہ پڑھوایا **اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ** اور قرآن پاک نے یہ اعلان فرمایا **قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ**۔

## جواب نمبر 2:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشر وغیرہ کے عام خطابات سے پکارنا شرعاً جائز ہے یا حرام۔

عقیدہ:

ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اللہ عزوجل کے بندے ہیں اور اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلوہ گری بھی انسانوں میں ہوئی مگر ان کو بشر یا بھائی یا انسان کہہ کر پکارنا حرام ہے اور اگر یہ پکارنا توہین کی نیت سے ہو تو کفر ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری) قرآن کریم فرماتا ہے:

**وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا**

**تَشْعُرُونَ**

(ترجمہ) اور ان (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے حضور (یعنی بارگاہ) میں چلا کر بات نہ کہو، جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت (یعنی برباد) نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اس آیت مبارکہ میں صاف بتا دیا گیا ہے کہ جن خطابات سے تم ایک دوسرے کو معمولی طریقے سے پکارتے ہو تو اس طرح میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ پکارو، ورنہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ اور اعمال کا برباد ہونا کفر کی وجہ سے ہوتا ہے۔



نکتہ:

اسی لئے اس آیت مبارکہ کو لفظ ”قُلْ“ سے شروع فرمایا گیا، **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** یعنی! اے محبوب آپ عاجزی کے طور پر فرمادیجئے کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔ نہ تو ہم آپ کو بشر سے خطاب کریں گے اور نہ کسی فرد بشر کو اجازت ہے کہ آپ کو اس خطاب سے پکارے۔ اس لئے قرآن پاک نے آپ کو بشر یا آدمی یا مومنوں کا بھائی کہہ کر نہ پکارا بلکہ **یا ایہا النبی، یا ایہا المزمّل، یا ایہا المدثر** (یعنی اے غیب کی خبریں دینے والے، اے چادر اوڑھنے والے، اے بڑے درجے والے) وغیرہ خطابوں سے پکارا۔ لہذا جب رب کائنات عزوجل نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشر وغیرہ کے عام خطابات سے نہ پکارا تو ہم غلاموں کو کیا حق ہے کہ ہم ان کو اس طرح پکاریں۔ مثلاً

**مثال نمبر 1:**

کسی دنیوی عظمت و عزت والے شخص کو عام خطاب سے پکارنے کا کیا مطلب ہے؟ اس کی عزت و عظمت کرنا مثلاً کسی بڑے آفیسر کو ملازم یوں پکارے، او بھائی، او آدمی، او انسان تو یقیناً پکارنے والا مجرم اور سزا کا مستحق ہے۔

**مثال نمبر 2:**

یا کوئی شخص اپنی والدہ صاحبہ کو یوں کہے ”او میرے باپ کی بیوی“ (تو اگرچہ اس نے رشتہ صحیح پکارا ہے) لیکن گستاخ کہا جائے گا، یا اپنے والد صاحب کو یوں کہے، ”او مرد“ او ”او انسان“ (حالانکہ اس کے والد صاحب انسان بھی ہیں اور مرد بھی) لیکن پھر بھی اس کو گستاخ و بے ادب کہا جائے گا، تو یہ تو عام انسانوں کو پکارنے کا معاملہ ہے، تو جو شخص سارے نبیوں کے رہبر، سب رسولوں کے افسر،



محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان عام القابات سے پکارے، تو وہ کیونکر گستاخ نہ ہوگا، اور کیوں بے ادب نہ ہوگا۔

## يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا میں حضور ﷺ داخل ہیں یا نہیں؟

**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** (یعنی اے ایمان والو!) چند وجوہات کی بناء پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس خطاب میں شامل نہیں ہیں۔

(1) پہلی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عام خطابوں سے نہ پکارا جائے اور یہ عام خطاب ہے۔

(2) دوسری وجہ یہ ہے کہ دیگر مومنین حضور سے ایمان لینے والے ہیں اور میرے آقا ﷺ ایمان دینے والے ہیں اور **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** میں ایمان لینے والے مراد ہیں۔

(3) تیسری وجہ یہ ہے کہ! **آمَنُوا** سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیا میں آکر مومن بنے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مومن بن کر تشریف لائے بلکہ نبی بن کر آئے۔

(4) چوتھی وجہ یہ ہے کہ دیگر مومنین پر قرآن نازل ہونے کے بعد احکام فرض ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزول قرآن سے پہلے ہی عابد و زاہد اور احکام پر عامل تھے، یہ آیتیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل کے لئے نہیں اتریں بلکہ تبلیغ احکام کیلئے آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات نماز پڑھائی اور ظہور نبوت سے پہلے غار حرا میں نمازیں پڑھیں، حالانکہ اس وقت احکام نہ آئے تھے۔

(5) پانچویں وجہ یہ ہے کہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** کے بعد ایسے احکام بھی آئے ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جاری نہیں ہو سکتے۔ جیسے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ**



صَوْتِ النَّبِيِّ ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے۔

یا جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عظمت نشان ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ.

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

ہاں جو اعمال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئے وہ ہماری تعلیم کیلئے کئے ہیں جیسے مسافر جہاز میں پار لگنے کیلئے سوار ہوتا ہے مگر کپتان پار لگانے کیلئے، مسافر کرایہ دیکر بیٹھتا ہے مگر کپتان تنخواہ لیکر۔

جواب نمبر 3:

(رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقعی شرعاً یا عقلاً ہم جیسے بشر ہیں یا نہیں؟)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ تو شرعاً ہماری مثل ہیں اور نہ عقلاً۔

شرعاً:

شرعاً تو اس لئے نہیں ہیں کہ! ہمارے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان شرعی طور پر کئی چیزوں کا فرق ہے۔

فرق نمبر 1:

محبوب خدا کا کلمہ شریف ہے ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ (ترجمہ) یعنی میں اللہ کا رسول ہوں، اگر ہم اس طرح کہیں گے تو کافر ہو جائیں گے، تو یہ تو ہوا کلمہ کافر۔



## فرق نمبر 2:

ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر چھ فرض ہیں ”تہجد بھی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر فرض“۔

## فرق نمبر 3:

ہمارے لئے پانچ ارکان اسلام ہیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے صرف چار (زکوٰۃ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض نہ تھی) (شامی کتاب الزکوٰۃ)

## فرق نمبر 4:

ہم کو بیک وقت صرف چار نکاح حلال، لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس قدر چاہیں نکاح فرمائیں آپ کو حلال۔ ہماری بیوی موت کے بعد جس سے چاہے نکاح کر لے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج کسی سے نکاح نہ کر سکیں (کیونکہ حضور کی ازواج تمام مومنین کی مائیں ہیں) (قرآن کریم)

## فرق نمبر 5:

ہماری میراث تقسیم ہوتی ہے، لیکن سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث نہیں ہوتی۔ (حدیث)

## فرق نمبر 6:

ہم تو قانون کے پابند ہیں مگر قانون الہی جنبش لبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منتظر، میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس چیز کو چاہیں حلال فرمادیں اور جس کو چاہیں حرام فرمادیں ہمارے دعویٰ پر بے شمار دلائل ہیں کہ جن میں سے چند یہ ہیں۔



## دلیل نمبر 1:

رسول اکرم شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا اور اس سے فرمایا میرے پیچھے پیچھے آؤ، میں ابھی گھوڑے کی قیمت ادا کروں گا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تیز چلنے کی وجہ سے وہ اعرابی پیچھے رہ گیا، اس کو کچھ ملے اور اس سے اسی گھوڑے کا سودا طے کرنے لگے (ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ انہوں نے سابقہ داموں سے بڑھ کر دام لگائے) انہیں یہ معلوم نہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے سودا طے کر چکے ہیں، تو اعرابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ندا دی، کہ اگر آپ کو گھوڑا خریدنا ہے تو خرید لیں ورنہ میں اس کو بیچنے لگا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آواز سن کر رک گئے اور فرمایا کہ کیا تو مجھے یہ بیچ نہیں چکا؟ اس نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے آپ کو نہیں بیچا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! بلکہ مجھے تو یہ بیچ چکا ہے، اس اعرابی نے کہا، کہ! اچھا اگر ایسا معاملہ ہے تو آپ گواہ لے آئیں، تو حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اعرابی سے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سودا کیا ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی گواہی سنی تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے خزیمہ تو کیسے گواہی دے سکتا ہے (یعنی جس وقت سودا ہوا تو وہاں موجود ہی نہ تھا) روایت میں آتا ہے کہ! حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے جو آسمانی خبریں آپ سے سنی ہیں، اس کی بھی تو بغیر دیکھے تصدیق کی ہے گویا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے جنت کو نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا جنت ہے ہم نے تصدیق کی۔ ہم نے دوزخ کو نہیں دیکھا آپ نے فرمایا دوزخ ہے ہم نے تصدیق کی۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ فرما رہے ہیں کہ سودا ہوا ہے ”میں کیوں تصدیق نہ کروں“



محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خزیمہ انصاری کو خوشخبری دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تیری ایک کی گواہی دو (مردوں) کے برابر ہے۔  
(ابوداؤد شریف)

## دلیل نمبر 2:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاتونِ جنت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موجودگی میں دوسری عورت سے نکاح کرنے سے روک دیا۔ (بخاری شریف)

## دلیل نمبر 3:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے فرمایا تجھے کیا ہوا؟ اس نے عرض کی میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی ہے۔ رسولِ مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیرے پاس غلام ہے، کہ جسے تو آزاد کر سکے؟ اس نے عرض کی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یا تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتا ہے؟ اس نے عرض کی نہیں، آپ نے فرمایا کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے عرض کی نہیں راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک کھجوروں کا ٹوکرا پیش کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سائل (یعنی سوال کرنے والا) کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسے پکڑو اور صدقہ کرو، اس شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا جو مجھ سے زیادہ محتاج ہے (اس پر صدقہ کروں) اللہ کی قسم! مدینے



شریف میں کوئی شخص ایسا نہیں جو میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج ہو، (اس کی یہ گفتگو سن کر) رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے تو پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جا! یہ کھجوریں اپنے اہل و عیال کو کھلا (تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا) (ابوداؤد شریف)

فائدہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے اختیارات کو قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے۔

**وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَاتِ**

ترجمہ: اور وہ (نبی علیہ السلام) ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا۔ اس آیت مبارکہ اور ماقبل احادیث سے صراحۃً ثابت ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حرام و حلال کا اختیار عطا فرمایا ہے یعنی جس چیز کو چاہے حلال فرمادے اور جسے چاہیں حرام کر دیں۔

دلیل نمبر 4:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزے میں وصال (یعنی پے در پے روزے رکھنے) سے منع فرمایا، تو کسی شخص نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم آپ تو (روزے رکھنے میں) وصال فرماتے ہیں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میں (تو) اس طرح رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ)



غرض یہ کہ ان تمام امور سے معلوم ہوا کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شرعاً ہم جیسے نہیں۔

عقلاً:

عقلاً بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم جیسے نہیں، کیونکہ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایمان دیکھا ہوا۔ خدا کو دیکھا جنت و دوزخ کو دیکھا وغیرہ وغیرہ آپ کو معراج ہوئی، ہمیں معراج نہیں۔

مولانا روم علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم جو کھاتے ہیں اس سے پیشاب پاخانہ وغیرہ نجس چیزیں بنتی ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کھاتے ہیں اس سے نور الہی بنتا ہے۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بول و براز شریف پاک، مگر ہمارا ناپاک، میرے آقا ﷺ کا درخت کو حکم پہنچے تو درود و سلام عرض کرتا ہوا بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو جائے۔ ہم ساری زندگی بھی ایک تنکے کو حکم دیتے رہیں تو وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ سیدی اعلیٰ حضرت (رضی اللہ عنہ وارضاه) ارشاد فرماتے ہیں۔

تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا

تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہِ محن پھول

میرے حضور کا پسینہ خوشبودار اور ایسا خوشبودار کہ جس کپڑے کو لگ جائے وہ کپڑا پھٹ جائے مگر پسینہ مبارک کی خوشبو ختم نہ ہو، میرے نبی کے دندانِ مبارک ظاہر ہو جائیں تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ مبارک روشن ہو جائے اور گمشدہ سوئی مل جائے۔



سوزنِ گمشدہ ملتی ہیں تبسم سے تیرے

شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا لعابِ دہن کھانے میں ڈال دیں تو اس میں برکت پیدا ہو جائے اور ایسی برکت کہ چند سو کا کھانا ہزاروں صحابہ تناول فرمائیں۔

ساقی ء کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی انگلیوں کو پیالہ میں رکھ دیں تو انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جائیں اور ہزار ہا صحابہ اپنی پیاسیں بجھالیں۔

میرے آقا حالت نماز میں اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھائیں تو اللہ تعالیٰ قرآنِ نازل فرمائے اور مرضیٰ مصطفیٰ سے قبلہ تبدیل ہو جائے۔

میرے آقا دھوپ میں تشریف لے جائیں تو بادل آکر سایہ کر دے۔

یہ تمام چیزیں تو ہمیں حاصل نہیں پھر مماثلت و مشابہت کیسی، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اربابِ نظر کو کوئی ایسا نہ ملے گا

بندہ تو مل ہی جائے گا پر آقا نہ ملے گا

تاریخ اگر ڈھونڈے گی ثانیؐ محمد ﷺ

ثانی تو بڑی چیز ہے سایہ نہ ملے گا

مولانا عبدالحی صاحب اپنے فتاویٰ عبدالحی میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ

ارشاد فرماتے ہیں کہ! جب ہم اپنی والدہ ماجدہ کے شکمِ اطہر میں تھے، تب حکمِ الہی کے چلنے کی آواز سنا کرتے تھے۔ (فتاویٰ عبدالحی)

بتائیے کون ایسا ہو سکتا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عارف باللہ پیدا ہوئے، لیکن ہم پیدا ہو



کر علم سیکھ کر بھی اس درجہ پر نہیں پہنچتے۔ تو لہذا ثابت ہو گیا کہ نہ ہم عقلاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے ہیں اور نہ شرعاً۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ! جب یہ ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ عقلاً ہماری مثل ہیں اور نہ شرعاً تو پھر آیت مبارکہ (قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ) میں مِثْلُكُمْ سے کیا مراد ہے؟  
جواب: اس آیت مبارکہ میں مِثْلُكُمْ سے مراد یہ ہے کہ! اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ! ظاہری بشریت میں صرف ظاہری طور پر ہم اور تم ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں ورنہ اس میں بھی بڑا فرق ہے۔ اسی طرح بعض انسانی و ظاہری حالات میں ہم تم جیسے بشر ہیں۔ مثلاً ظاہری طور پر کھانا پینا اور ظاہری طور پر امراض کا آنا ورنہ حقیقتاً ان حالات میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال شریف ہم سے بالکل علیحدہ ہے۔ اب مِثْلُكُمْ سے مراد یہ ہے کہ جس طرح تم خالص اللہ کے بندے ہو، نہ تم اللہ ہو، نہ الوہیت کی صفات سے موصوف، اسی طرح ہم بھی محض اللہ کے بندے ہیں، الوہیت ہم میں نہیں، نہ ہم اللہ ہیں اور نہ ہی اللہ کے بیٹے بلکہ اللہ کے بندے اور بندوں کے آقا ہیں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (علیہ الرحمۃ الرضوان) کیا خوب فرماتے ہیں۔

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے  
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے  
تیرے تو وصفِ عیبِ تنہا ہی سے ہیں بری  
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے  
لیکن رضا نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا  
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے



## جواب نمبر 4:

يُوحَىٰ إِلَيَّ (یعنی وحی کی جاتی ہے میری طرف) اس شبہ کو دور کر دیا گیا جو مُشَلُّکُمْ سے پیدا ہوتا تھا۔

شبہ:

شاید ہی کوئی یہ کہہ دیتا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وصف میں ہم جیسے ہیں تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ! نہیں، ہم تو صاحب وحی ہیں ہماری جانب وحی آتی ہے اور تم ہمارے امتی ہو تو امتی وحی والا کیسے ہوتا ہے؟

تفسیر روح البیان میں کھیلِ عص کی تفسیر کے تحت لکھا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین صورتیں ہیں۔

(1) بشری (2) حقی (3) ملکی

(1) بشری: ایک بشری ہے کہ جس کا ذکر اس آیت پاک **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** میں آیا ہے۔

(2) حَقِّی: دوسری حقی کہ جس کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ جس نے مجھ کو دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

(3) مَلِکِی: تیسری ملکی کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض اوقات ہم کو رب تعالیٰ سے وہ قرب ہوتا ہے کہ اس کی جگہ نہ کسی مقرب فرشتہ کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ کسی مرسل نبی کی۔



حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوة باب سوم میں فرماتے ہیں کہ اس قسم کی آیات جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برابری و مساوات معلوم ہوتی ہے وہ آیات متشابہات کی مثل ہیں (آیات متشابہات وہ آیات ہیں جن کی مراد اللہ عزوجل یا اس کے محبوب ﷺ کو معلوم ہوتی ہے) جیسا کہ رب کائنات نے اپنے نور کی مثال چراغ سے دی چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِهِ كَمِشْكُوتٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ

ترجمہ: اللہ نور ہے آسمان و زمین کا، اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔

اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کا نور چراغ کے نور کی طرح ہے، اسی طرح کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم جیسے بشر ہیں۔

مخالفین کے سردار مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کہتے ہیں۔

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت  
نہ جانا کچھ بھی کسی نے تجھے بجز ستار (ﷺ)

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ہیں اور نور کو محض دیکھنے کی انسان میں طاقت نہیں، جیسے سورج کو آنکھ نہیں دیکھ سکتی مگر جب آفتاب پر ہلکا سا بادل آجائے تو تب اس بادل کے حجاب سے لوگ تھوڑا سا سورج کو دیکھ لیتے ہیں، اسی طرح نور کو دکھانے کیلئے بشری حجاب و لباس پہنایا گیا۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے ہیں، ویسا کسی نے نہیں دیکھا سوائے اللہ تبارک و تعالیٰ کے۔ مثال کے طور پر۔



## مثال:

طوطے کو انسانی بولی سکھانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے سامنے قد آدم شیشہ رکھ کر آئینہ کے پیچھے سے خود بولتے ہیں، طوطا اس آواز کو اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر خود بھی بولنے لگتا ہے، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی آئینہ پروردگار ہیں اگر یہ آئینہ درمیان میں نہ ہوتا تو بندے اپنے رب سے فیض نہ لے سکتے۔ اس مبارک آئینہ کے دور رخ ہیں۔ ایک بندوں کی طرف، دوسرا خالق عز و جل کی طرف۔ جو رخ بندوں کی طرف ہے اس کی آواز یہ ہے قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہ اے لوگوں مجھ سے نہ بد کو کہ تمہارا ہم جنس ہوں۔

اور دوسرا رخ جو خالق کائنات کی طرف ہے اس کی آواز یہ ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنَّ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (ترجمہ) اور وہ (نبی علیہ السلام) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ نہیں مگرو جی جو انہیں کی جاتی ہے۔

آپ پردے میں رہے آئینہ حسن خاص کا  
بھیج کر انجانوں سے راہ داری واہ واہ

(حدائق بخشش)

## آخر میں چند اعتراضات اور ان کے مدلل جوابات

### اعتراض:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا ”وَ أَكْرَمُوا أَخَاكُمْ“ تم اپنے بھائی کا (ہمارا) احترام کرو، جس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے بھائی ہیں۔ مگر بڑے نہ چھوٹے۔



جواب:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کرم کریمانہ سے بطور عاجزی و انکساری فرمایا اخصاکم سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ہم کو بھائی کہنے کی اجازت کیسے ملی؟ یعنی اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ سرکار نے فرمایا ہو تم مجھے بھائی کہا کرو۔

مثال کے طور پر کوئی بادشاہ اپنی رعایا سے کہے کہ؟؟ ”میں آپ لوگوں کا خادم ہوں“۔ تو رعایا کو حق نہیں پہنچتا کہ بادشاہ کو خادم کہہ کر پکارے، تو لہذا اگر سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخصاکم فرمایا ہے تو بطورِ عاجزی فرمایا ہے، اور ہم پہلے ہی ثابت کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برابری کے القابات سے پکارنا حرام ہے اور اگر توہین کی نیت سے ہو تو کفر ہے۔

اعتراض:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اولادِ آدم ہیں۔ ہماری طرح کھاتے، پیتے، سوتے، جاگتے اور زندگی گزارتے ہیں اتنی باتوں میں شرکت ہوتے ہوئے ان کو بشر یا اپنا بھائی کیوں نہ کہا جائے۔

جواب:

ان تمام باتوں کا جواب راقم نے پیچھے نقل کیا ہے کہ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کفار نے کہا ہم اور پیغمبر علیہم السلام بشر ہیں، کیونکہ ہم اور وہ دونوں کھانے سونے میں ایک جیسے ہیں۔ ان اندھوں نے یہ نہ جانا کہ بہت بڑا فرق ہے ہم کھاتے ہیں تو پاخانہ پیشاب وغیرہ نجس چیزیں بنتی ہیں لیکن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھاتے ہیں تو نورِ خدا ہوتا ہے جس طرح کے بھڑ اور شہد کی مکھی ایک ہی پھول سے رس چوستی ہیں مگر اس کے رس چوسنے سے زہر بنتا اور اس سے شہد بنتا ہے۔ اور یہ سوال تو ایسا ہی ہے



کہ جیسے کوئی احمق و بے وقوف کہے کہ میری کتاب اور قرآن ایک جیسے ہیں، کیونکہ یہ دونوں ایک ہی روشنائی سے ایک ہی کاغذ پر ایک ہی قلم سے لکھی گئیں۔ ایک ہی قسم کے حروف تہجی سے دونوں بنیں، ایک ہی پریس میں چھپیں، ایک ہی جلد ساز نے جلد باندھی، ایک ہی الماری میں رکھی گئیں پھر ان دونوں میں فرق ہی کیا ہے، تو کوئی صاحب عقل اس قسم کی خرافات و لفظیات سن کر یہ نہیں کہے گا کہ واقعی اس کی کتاب قرآن کی طرح ہے۔ تو جب ہماری کتاب ظاہری باتوں میں مماثلت کی وجہ سے بھی قرآن کی طرح نہیں، تو پھر ہم صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل کیسے ہو سکتے ہیں جیسا کہ عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

**مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا كَالْبَشْرِ يَأْقُوتُ حَجَرًا لَا كَالْحَجَرِ**

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہیں لیکن عام بشر نہیں ہیں جس طرح کہ یاقوت ایک پتھر ہے لیکن عام پتھر نہیں۔

**وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ**



# شہر کراچی میں نورِ قرآن کی بھاریں

نصیب چمکائیے!  
تھوڑے سے وقت  
کی قربانی دیجئے

آسان ترجمہ مدلل تفسیر  
ملٹی میڈیا پرو جیکٹر کا استعمال

نورِ قرآن سے منور ہو جائیے

عالمِ امتین مفتی محمد آصف عبداللہ قادری

ہر اتوار بعد نمازِ ظہر دوپہر 2:00 بجے تا 2:45 بجے تک بمقام جامع مسجد گلشٹاں، ایف، بی ایریا، کریم آباد، کراچی۔  
ہر پیرات 9:30 بجے تا 11:00 بجے تک بمقام جامع مسجد نوری، علی آباد، بلاک 3، کریم آباد، کراچی۔

## ختم قادریہ شریف

اپنی پریشانیوں اور مشکلات کے حل کیلئے ضرور تشریف لائیں

پرنور محفل ہر اتوار بعد نمازِ ظہر فوراً (ظہر 1:30 بجے ہے) بمقام جامع مسجد مبین، صدیق آباد، کریم آباد، کراچی۔

## ماہانہ درسِ قرآن

ہر انگریزی مہینے کی چوتھی اتوار بعد نمازِ عشاء فوراً بمقام جامع مسجد گلشٹاں، فیڈرل بی ایریا، کریم آباد، کراچی۔

(بیان: حضرت علامہ مفتی محمد آصف عبداللہ قادری صاحب)



دیگر کتب جو آپ ہماری سائٹ پر وزٹ کر سکتے ہیں

- ☆ توحید از: مفتی عبدالقادر قادری رضوی
- ☆ بدعت کی حقیقت از: مفتی آصف عبداللہ قادری
- ☆ شرک کی حقیقت از: مفتی آصف عبداللہ قادری
- ☆ عظمت قرآن از: مفتی غلام غوث بغدادی
- ☆ دورِ حاضر کا مہلک مرض (شرم و حیا کے فضائل) از: مفتی آصف عبداللہ قادری
- ☆ طلاق کے شرعی مسائل از: شیخ الحدیث مفتی اسماعیل ضیائی
- ☆ عقل کا دشمن (غصے کے نقصانات اور ان کا حل) از: مفتی آصف عبداللہ قادری

[www.gulfishanmasjid.org](http://www.gulfishanmasjid.org)